توضیح

روایات

دربیانِ

ہجرت

از

فاضل العصر اسعد العلماء حضرت ابوسعید سید محمود صاحب تشریف اللہیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توضیح روایات در بیانِ ہجرت:- آیات و احادیث میں ہجرت کی جو توضیحات ملتی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی حفاظت کی خاطر ملکِ کفار یعنی درار الحرب سے دار الاسلام کی طرف چلے جانے سے یہ حکم مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں احکامِ دین پر عمل اور دین کی حفاظت اور اس کا اظہار متعذر ہو تو اس صورت میں بھی اپنے وطن کو چھوڑ دینا ہجرت کے حکم میں داخل ہے چنانچہ حدیثِ شریف ہے۔

من فر بدینہ من ارض الیٰ ارض وان کان شہراا ستوجب لہ الجنۃ وکان فقیق ابیہ ابراھیم ونبیہ محمدؐ۔

ترجمہ:- حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر کسی سر زمین سے دوسرے حصہ زمین کی طرف راہ اختیار کی اگرچہ کہ ایک بالشت ہی (فاصلہ) ہو وہ جنت کا مستحق ہو گا۔ اور اپنے باپ ابراہیمؑ اور اپنے نبی محمدؐ کا رفیق رہے گا۔ (کیونکہ ان دونوں نے بھی ہجرت کی تھی)

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی ☆☆ رہ بحر میں آزاد وطن صورتِ ماہی

ہے ترک وطن سنتِ محبوبِ الٰہی ☆☆ دے تو بھی نبوتؐ کی صداقت پہ گواہی

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے

ارشادِ نبوتؐ میں وطن اور ہی کچھ ہے (اقبال)

اس کے علاوہ قرآنِ مجید میں عمومیت کا مفہوم رکھنے والی آیات بھی ہیں مثلاً:-

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ۔۔ الخ (سورۃ ال عمران۔195)

ترجمہ:- بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میرے (یعنی اللہ کے) راستہ میں ستائے گئے الخ۔۔۔

لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاَمۡوَالِهِمۡ۔۔ الخ (سورۃ الحشر۔8)

ترجمہ:- ان فقرائے مہاجر ین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے اموال سے محروم کیے گئے۔

ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ مومنین پر قیامت تک ایسی صورتیں پیش آتی رہیں گی اور ہجرت واخراج کا حکم عاید ہوتا رہے گا اور یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ از خود وطن چھوڑ دینے کو "ہجرت" کہتے ہیں اور جبراً نکالے جانے کو "اخراج"۔

لیکن مولفِ ہدیۂ مہدویہ نے ہجرت کے حکم کو صرف دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف جانے سے مخصوص کر دیا ہے۔ اور تعلیماتِ امامنا علیہ السلام میں ہجرت کی جو اہمیت پائی جاتی ہے اس پر بھی بہت سے اعتراض کیے ہیں۔ اس کے تفصیلی جوابات "سبل السویٰ" اور "کحل الجواہر جلد اول مطبوعہ" میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اصل یہ کہ جب تعصب کو دین سے تعلق نہیں ہوتا ہے تو فکر و نظر پر نفسانی جذبات چھا جاتے ہیں جس کی وجہ حقایق تک رسائی ناممکن ہو جاتی ہے۔

تاریخ اسلام کا جاننے والا ہر شخص تسلیم کرے گا کہ سب سے پہلے بعض صحابہؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ملکِ حبش کی طرف ہجرت کی تھی حالانکہ اس وقت وہ دارالاسلام نہ تھا۔ اور خود حضرت رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف جس وقت ہجرت فرمائی وہ دارالاسلام نہ تھا۔ اِسی طرح ابتدائے اسلام سے آج تک جن لوگوں نے جن دینی اسباب کی بناء پر ہجرت کیا اس پر ہجرت کا اطلاق صحیح نہ ہوگا؟ حالانکہ کتبِ احادیث و سیر و تواریخ میں ہجرت کا اطلاق پایا جاتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ حدیثِ شریف میں "لا ھجرۃ بعد الفتح" آیا ہے یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اس لیے ہجرت کا حکم منقطع ہو چکا۔ تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حکم "ہجرتِ مدینہ منورہ" سے مخصوص ہے اور فی الواقع فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت کے اسباب باقی نہیں رہے تھے۔ چنانچہ تفسیرِ لباب التاویل میں لکھا ہے کہ:-

قال الحسن الھجرۃ غیر منقطعۃ و یجاب من ھذا بان المراد منہ الھجرۃ المخصوصۃ من مکۃ الی المدینۃ فاما کن کان من المؤمنین فی بلد یخاف علی اظھار دینہ من کثرۃ الکفار وجب علیہ ان یھاجر الی بلد لا یخاف فیہ علی اظھار دینہ۔

ترجمہ:- حسن نے کہا کہ ہجرت غیر منقطع ہے اور اس (لا ھجرہ بعد الفتح) کا جواب یہ ہے کہ اس (ممانعت) سے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنا مخصوص ہے۔ لیکن ہر وہ مومن جو کسی ایسے شہر میں ہو جہاں کثرتِ کفار کی وجہ اظہارِ دین خوفناک ہو تو اس کے لیے ایسے شہر کی طرف ہجرت کر جانا واجب ہے جہاں اظہارِ دین کی صورت میں خوف نہ ہو۔

ممانعتِ

ہجرت کا حکم فتحِ مکہ کے بعد ہجرت بمدینہ منورہ سے مخصوص ہونے اور عام مومنین کے لیے دینی اسباب و اغراض کے تحت ہجرت کا حکم

باقی رہنے کے ثبوت میں کتبِ تفاسیر و شروح احادیث و تصنیفاتِ اکابر علمائے اہلِ سنت کے اتنے کثیر اقوال ہیں کہ جن کو درج کرنا طوالت کا باعث ہو گا۔

قصۂ گویانِ حق زما پوشیدہ اند ☆☆ معنیِ ہجرت غلط فہمیدہ اند

ہجرت آئین حیاتِ مسلم است ☆☆ ایں زاسبابِ ثباتِ مسلم است

(اقبال)

اولیائے کرام کے حالات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تزکیۂ نفس یا صحبتِ کاملین سے استفادہ یا اشاعتِ دین کی

غرض سے اپنے وطن کو چھوڑ کر نکل جانا بھی ہجرت میں داخل ہے۔ جب کہ تعلیم اسلام میں ہجرت کی عمومیت اور اس کی اہمیت موجود ہے تو حضرت مہدی علیہ السلام کی تعلیمات میں اس کی اہمیت کا پایا جانا، قابلِ اعتراض کیسے ہو سکتا ہے؟ حق تو یہ ہے کہ اگر ہجرت کی تعلیم اور اس کی اہمیت نہ پائی جاتی تو یقیناً دعویٰ مہدیت کی صداقت متاثر ہو جاتی!!!

صاحبِ تفسیرِ مدارک نے آئیۂ شریفہ فَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡ۔۔ الخ (سورۃ آل عمران۔ 195) کے تحت لکھا ہے کہ:-

کانہ قال فالذین عملوا ھذہ الاعمال السنیۃ الفائقۃ وھی المھاجرۃ عن اوطانھم فارین الی اللہ بدینھم الیٰ حیث یامنون علیہ فالھجرۃ کائنۃ فی اٰخر الزمان کم کانت فی اول الاسلام۔

ترجمہ:- گویا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے یہ بلند و برتر اعمال کئے ہیں اور وہ مہاجرت ہے اپنے وطنوں سے یعنی اللہ کے لئے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر ایسے مقام کو بھاگ جاتا ہے جہاں ان کو امن حاصل ہو پس آخری زمانے میں ہجرت اِسی طرح ہونے والی ہے جس طرح کہ ابتداءِ اسلام میں ہوئی ہے۔

یہاں آخر زمانہ سے زمانۂ مہدیِ موعودؑ مراد ہے۔ اور جب کہ خود حضرت امامنا علیہ السلام ہجرت فرما رہے ہوں تو ایسی صورت میں آپؑ کی تصدیق سے مشرف ہونے والوں میں جو لوگ آپؑ کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے آپؑ کے ساتھ ہو گئے ہوں اُن کا درجہ اُن مصدقین پر فائق ہونا لازم ہے جو اپنے اپنے گھروں میں بلا عذرِ دینی بیٹھے رہے ہوں۔ روایت (111) ملاحظہ ہو کہ :-

"حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص صبح میں ہجرت کر کے دائرہ میں آ چکا ہو وہ اس شخص کا مرشد ہے جو شام میں آیا ہو کیونکہ سابق، مسبوق کا امام ہوتا ہے۔"

اور روایت (95) ملاحظہ ہو جو حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہٗ کی طرف منسوب ہے کہ آپؓ نے اپنے رسالۂ عقیدۂ شریفہ میں بیان فرمایا ہے جسے حضرت بندگی میاں عبد الرشید رضی اللہ عنہٗ نے بھی درج کیا ہے:-

"میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا اور رسالۂ عقیدۂ شریفہ میں لکھا ہے کہ جس نے مہدیؑ کو قبول کیا اور آپؑ کی صحبت سے باز رہا اس کی نسبت حضرت مہدی علیہ السلام نے آیت لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ۔۔ الخ (سورۃ النسآء۔ 95) (یعنی مومنین سے جو غیر اولی الضرر قاعدین ہیں وہ برابر نہیں ہیں مومنین

اولی الضرر کے) کی رو سے منافقی کا حکم بیان فرمایا ہے اس آیت کا حاصل معنی یہ ہے کہ "مجاہدین" اولی الضرر پر ایک مرتبہ کی فضیلت رکھتے ہیں اور غیر اولی الضرر پر کئی مراتب کی فضیلت رکھتے ہیں۔ پس ان لوگوں کو درجات کے بجائے خسارات ہوں گے اور مغفرت کے بجائے عذاب ہو گا اور قاعدین غیر اولی الضرر کا جو حکم ہے ظاہر ہے۔"

اس روایت میں جس آیت پر سے استدلال کیا گیا اس کے متعلق مولفِ ہدیۂ مہدویہ نے اعتراض کیا ہے کہ اس سے مہدیؑ اور ان کے صحابیؓ سید خوندمیرؓ کی قرآن فہمی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ اس آیت میں جہاد سے متعلق ذکر ہے۔(ملخص بہ ہدیۂ مہدویہ)

قرآن فہمی تو بہت بڑی بات ہے خود مولفِ ہدیہ اس روایت کی عبارت فہمی سے قاصر نظر آرہے ہیں کیونکہ اس میں آئیہ شریفہ کے بعد ہی یہ الفاظ ہیں !!

حاصل معنی آنست کہ مجاہداں بر اولی الضرر بیک مرتب فاضل اند۔۔ الخ یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین اولی الضرر پر ایک مرتبہ سے فاضل ہیں۔۔ الخ (روایت 111)

اس سے ظاہر ہے کہ یہ آئیہ شریفہ مجاہدین سے متعلق ہونا خود روایت میں توضیحاً مذکور ہے۔ البتہ اس روایت میں جو نکتہ بنائے استدلال ہے اس کو "مولفِ ہدیہ" کا ذہن اخذ نہ کر سکا معترضانہ جذبات کے تلاطم میں غرق رہا ہے۔

علمائے اسلام پر یہ امر مخفی نہیں کہ جہاد بالسیف کو جہادِ اصغر اور جہاد بالنفس و الشیطان کو جہادِ اکبر تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس کا ثبوت خود اسی آئیہ مذکور الصدر کے مضمون میں موجود ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیرِ بیضاوی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ:-

وقیل المجاھدون الاولون من جاھد الکفار والآضرون من جاھد نفسہ وعلیہ قولہ صلعم رجعنا من الجھاد الاصغر الیٰ جھاد الاکبر۔

ترجمہ:- اور کہا گیا ہے کہ (آئیہ مذکورہ میں) پہلے مجاہدین کفار سے جہاد کرنے والے ہیں اور دوسرے مجاہدین وہ ہیں جو اپنے نفس سے جہاد کرتے ہیں اور اس رسول اللہ ﷺ کا فرمان دلیل ہے کہ (آپؐ نے فرمایا) ہم نے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کیا ہے۔

جہادِ اکبر میں ہجرت بھی داخل ہے جب کہ اغراض واسبابِ دینیہ کے تحت ترکِ وطن ضروری ہو تو اس کو چھوڑ دینا، جہادِ اکبر کے لوازم خارج ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وطن کی محبت "اِلٰہ" بن کر حائل ہوتی محسوس ہو تو عشق و محبتِ الٰہیہ اور اقرارِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا لازمہ ہے کہ اس "اِلٰہ" کو ترک کر دیا جائے۔ اِسی لئے اس روایت میں آئیہ مذکورہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

جنگِ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست ☆☆ ترکِ عالم اختیار کوئے دوست

(اقبال)

جہادِ اکبر میں ہجرت کا جو پہلو شامل ہے اور ہجرت میں (ترکِ ماسوی اللہ) میں ظاہری و باطنی خصوصیات جو موجود ہو سکتی ہیں، حضرت مہدی علیہ السلام کی تعلیمات میں وہ سب اُمور داخل ہیں۔ چونکہ آئیہ شریفہ:-

لایستوی القاعدون۔۔ الخ کے پورے مضمون میں جہادِ اکبر کی خصوصیت بھی موجود ہے جس کو مفسرین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اِسی نکتہ کی بناء پر روایتِ مذکور الصدر میں اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے جو بالکل صحیح ہے۔ اس نازک تفہیم کو قرآن فہمی کے خلاف کہنا خود معترض کے مقامِ علم کا مظہر ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر ☆☆ مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

(بھرتری ہری)

آیت زیرِ بحث کے بعد یہ آیت بیان ہوتی ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۙ۝

(سورۃ النسآء۔97)

ترجمہ:- ملائکہ نے جن لوگوں کو (اس حالت میں) جانیں قبض کیں کہ وہ (کافروں میں پڑے رہ کر) اپنی ذاتوں پر ظلم کر رہے ہیں انھیں (ملائکہ نے) کہا تم کس حالت میں تھے وہ کہیں گے ہم بے بس (مجبور و کمزور) تھے۔ (ملائکہ) کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں کسی طرف ہجرت کر جاتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے جس میں ترکِ ہجرت کی سزادوزخ قرار دی گئی ہے۔اس لئے ہجرت اختیار کرنا از روئے اصول، فرض ہوا۔اِسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے ہجرت کو بحکمِ خدا فرض فرمایا ہے۔ جس میں ظاہری و باطنی دونوں خصوصیات شامل ہیں۔اگر ترکِ مقام کے اسباب لاحق ہوں تو ترکِ مقام کیاجائے ورنہ "ترکِ دنیا" جو ترکِ شرکِ خفی وترکِ خودی ہے یہ بھی سفر باطنی کا حکم رکھتی ہے جو ایک حیثیت سے باطنی ہجرت میں داخل ہے۔اِسی طرح مرشد کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے گھر چھوڑ کر مرشد کی خدمت میں جاکر رہ جانا بھی ہجرت میں داخل ہے۔

حضرت بندگی سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ نے جو فرمایا:- "ہر جا کہ امن و آرام بیابید دائرہ بستہ بمانید"

(یعنی جہاں کہ اتباعِ دین میں امن و آرام پاؤ وہاں دائرہ بندی کر کے سکونت اختیار کرو۔)حضرت کا یہ حکم،احکامِ رخصت میں داخل ہے۔

امامناعلیہ السلام کی تعلیمات میں ہجرتِ ظاہری کے احکام کے سوائے ہجرتِ باطن کی تعلیم بھی پائی جاتی ہے۔ اور یہ جہادِ اکبر کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ روایت (268)مہاحظہ ہو کہ:-اس میں سفر باطنی کا جو ذکر ہے اس سے باطنی ہجرت مراد ہے۔جو ترکِ خودی اور ترکِ ماسوی اللہ سے متعلق ہے۔اس کے بغیر اطلاقیت حاصل نہیں ہو سکتی جو دیدارِ الٰہی کی ضروری شرط ہے۔

قرآنِ مجید میں "لَن تَرَانِی" کا جو واقعہ ہے وہ بھی اس بات کا شاہد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے "لَن تَرَانِی"، (تو مجھ دیکھ نہ سکے گا) جواب جو ملا اس کی یہی وجہ ہے کہ آپؑ کا سوال دوئی و غیریت کی خصوصیات کا حامل تھا کہ "رَبِّ اَرِنِیٓ اَنظُرۡ اِلَیۡکَ" (اے میرے رب) تو مجھے نظر آ تا کہ میں تجھ کو دیکھ لوں)

اس سوال میں اصول تنزیہ باری تعالیٰ سے مغائر وہی اُمور موجود ہیں جن کی بناء پر معتزلہ وغیرہ نے دیدارِ الٰہی

کے جواز سے انکار کیااور اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس سوال کو رد فرمادیا کیونکہ دیدارِ الٰہی کو ان شرائطِ رویت سے کوئی نسبت ہی نہیں جو مادی اجسام سے تعلق رکھتے ہوں طلبِ دیدارِ خدا کی توضیح میں ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے ملاحظہ ہو صفحہ (تا)

ہمارااعتقاد یہ ہے کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی اس سوال میں ذاتی طور پر غلطی سرزد نہیں ہوئی بلکہ اس سوال سے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے وجود و توحید اور اس کی تنزیہی شان سے واقف کرنا مقصود تھا۔اور بتلانا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لئے وہ اطلاقیت اور وہ نظر عطا ہونے کی ضرورت ہے جس سے اس کا دیدار ممکن ہے اس کے بغیر صرف ان محدود نظروں سے محدود حیثیت میں اس کو دیکھنا محال ہے۔ اِسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ستارے،چاند و سورج کے زوال پذیر ہونے پر تمثیلی استدلال کے طور پر خدائے تعالیٰ کی خصوصیات سمجھائی تھیں ورنہ فی الحقیقت چاند و سورج کو خدا تصور کر لینا شانِ نبوت و خلافت کے سراسر منافی ہے۔اور جیساکہ ہم نے آیتِ شریفہ "اَفَمَن كَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّن رَّبِّهٖ" کے تحت بتلادیاہے کہ بغیر ولایت کے نبوت حاصل نہیں ہو سکتی اس سے معلوم ہوا کہ

ہر نبی ورسول کو فیضِ ولایت حاصل رہتا ہے۔اس کے یہ معنی ہیں کہ معرفتِ وجود وتوحید کے مقام میں اس کا مرتبہ بحیثیتِ معصوم عن الخطا بہت بلند ہوتا ہے جس کا مرتبۂ معرفت اس قدر ارفع واعلیٰ ہو وہ غیر اللہ کو "اِلٰہ" کسی لمحہ بھی قرار نہیں دے سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال اور اس کا جواب اور اس کے بعد کے واقعات یہ سب اللہ تعالیٰ کی تنزیہ شان

کی طرف رہبری کرتے ہیں۔اس کے برخلاف نَعُوذُ بِاللہ حضرت کے ذاتی نقص وعدم صلاحیتِ دیدار یا آپؑ کے سوال میں آپؑ کی ذاتی غلطی یا اس سوال وجواب سے نفس مسئلہ دیدارِ الٰہی کی نفی پر استدلال کرنا اصولِ

اسلام، انبیاء علیہ السلام کے بالکل مغائر ہے۔

غرض سفر باطنی یا ہجرتِ باطنی کا منتہا فنا و دیدار سے مشرف ہونا ہے۔